رخصت حضرت عباسؑ علم بردار

بچوں کو لیے سامنے تھی زوجۂ عباس　　　تھا گود میں ایک، ایک تھا دامن سے لگا پاس
سن سن کے یہ تقریر ہوئی جاتی تھی بے آس　　　بچوں کی طرف دیکھتی جاتی تھی بصد یاس
شوہر کی جو باتوں کی طرف جان لڑی تھی
آنکھوں سے رواں اشک تھے حیران کھڑی تھی

رو رو کے پسر نے جو بصد درد یہ پوچھا　　　کچھ کہیے تو للہ کدھر جاتے ہیں بابا
کیوں روتی ہیں اماں مرا دل ہے تہہ و بالا　　　منہ چوم کے ماں کہتی ہے گھبراؤ نہ بیٹا
دریا کی طرف مشک کے بھرنے کو چلے ہیں
صدقے گئی مجبور ہیں مرنے کو چلے ہیں

کرتے کو کرو چاک، یتیمی کا دن آیا　　　ماں صدقے، اٹھا جاتا ہے اب باپ کا سایہ
تقدیر نے کس سخت مصیبت میں پھنسایا　　　قسمت نے تمھیں داغ یتیمی کا دکھایا
ہم لوگ گرفتار بلا ہوتے ہیں واری
چلا کے نہ رونا، وہ خفا ہوتے ہیں واری

کانوں میں جو آنے لگی آہستہ یہ آواز　　　بچوں کی طرف بڑھ گئے عباس سرافراز
اس طرح سے کہنے لگا زوجہ سے وہ جاں باز　　　ہر طرح سے خالق نے کیا ہے تمھیں ممتاز
رو رو کے شکایت نہ کرو ظلم و جفا کی
تم بھی تو کنیزوں ہی میں ہو آلِ عبا کی

بالفرض سمجھ لو کہ اجل نے ہمیں مارا　　　مرضی یہی اس کی ہے تو کیا اس میں اجارا
دس سال شب و روز رہا ساتھ تمہارا　　　کیا کیجیے قسمت کو نہیں اب یہ گوارا
تم ہو کے گرفتار پھنسو قید محن میں
ہم سوئیں قیامت تلک اس اجڑے ہوئے بن میں

لغت و معنی

علم بردار	-	جھنڈا اٹھانے والا
زوجہ	-	بیوی
یاس	-	مایوسی
اشک	-	آنسو
بصد درد	-	سیکڑوں درد کے ساتھ
مشک	-	پانی بھرنے کے لیے چمڑے کا تھیلا
چاک	-	پھاڑنا
جانباز	-	جان لڑانے والا
خالق	-	پیدا کرنے والا
بالفرض	-	مان لیا کہ
اجل	-	موت
محن	-	محنت کی جمع یعنی مصیبت
بن	-	جنگل

آپ نے پڑھا

- گزشتہ صفحات میں آپ نے شاد عظیم آبادی کے ایک مرثیے کے پانچ بند پڑھے۔ ان بندوں میں حضرت عباسؓ کے میدان جنگ میں جاتے ہوئے رخصت ہونے کا منظر پیش کیا گیا ہے۔ حضرت عباسؓ کربلا میں حسینی لشکر کے علم بردار تھے۔

آپ بتائیے

1. شاد عظیم آبادی کا اصل نام کیا تھا؟
2. شاد کے استاد کا کیا نام تھا؟
3. شاد عظیم آبادی کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی؟

4. شاد کا انتقال کب ہوا؟

5. شاد کا دادیہال کہاں تھا؟

ضر گفتگو

1. اس مرثیہ میں کہاں کا منظر پیش کیا گیا ہے؟

2. مرثیے کے اجزائے ترکیبی سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجیے۔

3. مرثیے کے پہلے بند کا مفہوم بیان کیجیے۔

فصیلی گفتگو

1. شاد عظیم آبادی کی شاعری پر ایک مضمون قلمبند کریں۔

2. شاد کی مرثیہ نگاری سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجیے۔

یئے، کچھ کریں

1. کلاس میں اپنے استاد سے واقعات کربلا کے بارے میں دریافت کیجیے۔

غزل

غزل اردو شاعری کی سب سے مقبول صنف ہے۔ اردو میں غزل فارسی سے آئی ہے مگر غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا ک
صنفِ غزل کا آغاز سب سے پہلے عربی شاعری میں ہوا۔ عربی میں لکھے ہوئے طویل قصیدوں کے ابتدائی تمہیدی حصوں
جن میں زیادہ تر عشق و محبت کی باتیں ہوتی تھیں، 'غزل' کہا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ شاعری کی ایک الگ صنف بن گئی اور فا
کے شاعروں نے اس میں زیادہ سے زیادہ رنگینیاں بھر دیں۔ یہاں تک کہ اردو میں بھی ابتدا میں اس کا یہی رنگ اور مز
رہا۔ اور لغت (ڈکشنری) میں اب تک اس کے معنی 'عورتوں سے باتیں کرنا' لکھے ہوئے ہیں۔ حالاں کہ اردو غزل میں ا
مضامین کی کوئی قید نہیں ہے اور حسن و عشق کے ساتھ ساتھ تصوف، اخلاق، فلسفہ، مسائلِ حیات اور سائنسی حقائق تک ب
کیے جاتے ہیں۔ گویا کہ اب اس کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا۔

فنی اعتبار سے دیکھا جائے تو غزل وہ صنفِ شاعری ہے جس کا ہر شعر معنی کے اعتبار سے الگ مگر قافیہ، ردیف
وزن کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مربوط ہوتا ہے۔ غزل کا پہلا شعر مطلع کہا جاتا ہے۔ اس کے دونوں مصرعے ہم ق
اور ہم ردیف ہوتے ہیں۔ اگر ایک کے بعد دوسرا مطلع بھی لکھا جائے تو وہ حسنِ مطلع کہلاتا ہے۔ باقی اشعار کے صر
دوسرے مصرع میں قافیہ اور ردیف کا استعمال ہوتا ہے۔ بعض غزلوں میں ردیف نہیں ہوتی، انہیں 'غیر مردّف غزل' کہا
ہے۔ غزل کے آخری شعر کو جس میں شاعر اپنا قلمی نام یا تخلص استعمال کرتا ہے 'مقطع' کہا جاتا ہے۔ غزل میں اشعار کی ت
متعین نہیں ہے۔ ویسے عام طور سے پانچ، سات، نو، گیارہ یا پندرہ اشعار کی غزلیں کہی جاتی ہیں۔ غزل کے اشعار میں
کبھی خیالات کا تسلسل بھی ملتا ہے یعنی تمام اشعار ایک ہی طرح کے جذبات یا خیالات کو پیش کرتے ہیں۔ اس طر
غزلوں کو 'غزل مسلسل' کہا جاتا ہے۔

اردو میں غزل گوئی کا آغاز امیر خسرو سے مانا جاتا ہے۔ گرچہ ان کی صرف ایک غزل موجود ہے جو فارسی اور
زبان کا ملا جلا نمونہ ہے۔ اس کے بعد محمد قلی قطب شاہ، ولی، فائز، میر، درد، راسخ، غالب، ذوق، مومن، آتش، شاد، حس
جگر، فانی، اقبال، اور فراق سے لے کر کلیم عاجز تک اردو شاعروں کی ایک بڑی تعداد نے اپنے اپنے انداز میں غزلیں
ہیں۔ گزشتہ چالیس پچاس برسوں کے دوران ہندی میں بھی غزل کہنے کا سلسلہ شروع ہوا ہے اور وہاں کچھ اچھے غزل گ
سامنے آئے ہیں۔

فائز دہلوی

فائز کو مشہور غزل گو شاعر ولی کا ہم عصر مانا جاتا ہے۔ جس زمانے میں ولی نے جنوبی ہند میں اردو غزل کی شمع جلائی تھی، فائز نے شمالی ہند میں اردو شاعری کا چراغ روشن کیا تھا۔ وہ اپنے انفرادی انداز کے سبب ممتاز ہوئے۔

فائز کے خاندانی حالات ایک عرصے تک معلوم نہیں ہو سکے تھے۔ گذشتہ صدی میں پروفیسر سید مسعود حسن رضوی اور دوسرے لوگوں کی تحقیق سے جو باتیں سامنے آئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا نام صدر الدین محمد خاں تھا اور فائز تخلص۔ ان کے والد نواب زبردست خاں شاہی منصب دار تھے جو پہلے ناظم اودھ رہے اور پھر پنجاب اور اجمیر کے صوبہ دار بنے۔ خاندان کے دوسرے افراد بھی اعلیٰ عہدوں پر تھے مگر اورنگ زیب کے بعد مغلیہ سلطنت کی جو حالت ہوئی اس سے فائز کا خاندان بھی متاثر ہوا۔ جاگیریں تو زیادہ تر ختم ہو گئیں، کچھ دولت ضرور باقی رہی جس سے انھیں ایک خوش حال اور باوقار زندگی گزارنے میں مدد ملی۔

فائز کا انتقال 1738ء میں دہلی میں ہوا۔ ان کی صحیح تاریخ پیدائش اب تک طے نہیں ہو سکی ہے مگر مختلف شہادتوں کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ 1679ء کے آس پاس پیدا ہوئے تھے۔ یہ ضرور معلوم ہے کہ وہ ایک ذی علم شخص تھے۔ اور انھیں ادب کے علاوہ دینیات، فلسفہ، طب، ریاضی، منطق وغیرہ سے بھی دلچسپی تھی۔ انہوں نے تقریباً بیس تصنیفات اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

فائز کا دیوان 1714ء کے قریب مرتب ہوا تھا جس میں زیادہ تر نظمیں ہیں۔ کچھ غزلیں بھی ہیں جن میں سے کل 33 غزلیں ایسی ہیں جو ولی کی طرحوں میں لکھی گئی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ولی سے متاثر تھے۔ ویسے فائز کی غزلوں یا نظموں میں ان کے علم و فضل کے اثرات بہت کم دکھائی دیتے ہیں۔ یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح کی زندگی انہوں نے بسر کی اس کا اثر ان کی شاعری پر نمایاں ہے۔ ان کی غزلیں زیادہ تر 'غزل مسلسل' کے زمرے میں رکھی جا سکتی ہیں۔ ان میں زیادہ گہرائی یا فکر و فلسفہ نہیں ہے بلکہ عشقیہ جذبات کا سیدھا سادا بیان ہے۔ اس عہد کے شاعروں میں ایہام گوئی کا بھی چلن تھا مگر فائز اس سے دور رہے۔